لازوال

اداریہ

کسانوں کی فلاح و بہبود: ایک انقلابی قدم

زراعت، جسے ہندوستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے، لاکھوں کسانوں کی محنت اور جدوجہد کا محور ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی کا کسانوں کی آمدنی دوگنا کرنے کا عزم ملک کے زرعی شعبے میں ایک انقلابی تبدیلی کی بنیاد رکھتا ہے۔ اس وژن کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حکومت اور متعلقہ اداروں کے مشترکہ اقدامات ناگزیر ہیں۔ ڈائریکٹر زراعت جموں، اروندر سنگھ رین کے حالیہ دورے نے اس بات کو اجاگر کیا ہے کہ کسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے حکومت اور زراعتی ادارے کتنے فعال ہیں۔ ہائی ٹیک پولی ہاؤسز، سبزیوں کی جدید کاشت اور بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں جیسے اقدامات نہ صرف کسانوں کی آمدنی میں اضافے کا ذریعہ بن رہے ہیں بلکہ روزگار کے نئے مواقع بھی پیدا کر رہے ہیں۔

پولی ہاؤسز اور دیگر جدید زرعی طریقوں کا تعارف دیہی کسانوں کے لیے ایک انقلابی قدم ہے۔ یہ نہ صرف اعلیٰ معیار کی پیداوار کے لیے مددگار ثابت ہوتے ہیں بلکہ سال بھر کاشتکاری کے مواقع بھی فراہم کرتے ہیں۔ کسانوں کو ان جدید تکنیکوں کو اپنانے کے لیے مناسب تربیت فراہم کرنا اور ان کے لیے مارکیٹ تک رسائی کو آسان بنانا حکومت کی اہم ترجیحات میں شامل ہونا چاہیے۔

کسانوں کی بیداری اور شراکت داری کے بغیر کسی بھی اسکیم یا منصوبے کو کامیاب نہیں بنایا جا سکتا۔ دیہی علاقوں میں کسانوں کی تعلیم و تربیت، انہیں حکومت کی اسکیموں سے واقف کرانا اور ان کے مسائل کا بروقت حل فراہم کرنا محکمہ زراعت کی اولین ترجیحات میں شامل ہونا چاہیے۔

زراعت کے فروغ کے لیے صرف زراعتی ادارے کافی نہیں بلکہ دیہی ترقی کے دیگر محکموں اور عوامی نمائندوں کو بھی اس عمل میں شامل کرنا ہوگا۔ یہ مشترکہ کوشش کسانوں کو ان کے مسائل کے حل میں سہولت فراہم کرے گی اور زراعتی منصوبوں کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کرے گی۔

وزیر اعظم نریندر مودی نے 2022 تک کسانوں کی آمدنی دوگنا کرنے کا عزم کیا تھا۔ اس وژن کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے حکومت کو زراعتی اصلاحات، بنیادی ڈھانچے کی ترقی، اور کسانوں کی مارکیٹ تک رسائی کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ کسانوں کے لیے قرض کی سہولت، جدید تکنیکوں کی فراہمی، اور پیداوار کی مناسب قیمتیں اس وژن کی تکمیل میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔

زراعت کی ترقی اور کسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے حکومت کے ساتھ ساتھ ہر فرد کو اپنی ذمہ داری نبھانی ہوگی۔ دیہی کسانوں کی ترقی نہ صرف ملک کی معیشت کو مضبوط کرے گی بلکہ سماجی استحکام اور خوشحالی کو بھی یقینی بنائے گی۔ محکمہ زراعت، دیہی ترقی کے محکمے اور عوامی نمائندے اگر ایک ساتھ کام کریں تو زراعت کو ایک نئے سنہرے دور میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ کسانوں کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے ہم سب کو ایک قدم آگے بڑھنا ہوگا۔

یہ کون بچھا رہا ہے نفرت کا جال

کیا کرناٹک فرقہ وارانہ سیاست کا اکھاڑا بن چکا ہے؟

"وقت کے آئینے میں سیاست کی حقیقت کھلتی ہے، فرقہ واریت کا کھیل صرف وقتی فائدہ دیتا ہے، مگر سماج کو ہمیشہ کے لیے تقسیم کر دیتا ہے۔"

کرناٹک، جو کبھی ہندوستان کی ثقافتی تنوع، مذہبی ہم آہنگی اور بھائی چارے کی ایک جیتی جاگتی مثال سمجھا جاتا تھا، آج ایک ایسی صورت حال کا شکار ہے جو نہ صرف اس کی تاریخی وراثت پر سوالیہ نشان لگا رہی ہے بلکہ اس کے معاشرتی و سیاسی استحکام کے لیے بھی ایک سنگین چیلنج بن چکی ہے۔ یہ سوال کہ "کیا کرناٹک فرقہ وارانہ سیاست کی تجربہ گاہ بن چکا ہے؟" نہ صرف سیاسی بلکہ سماجی، ثقافتی اور آئینی لحاظ سے بھی ایک تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کرناٹک کی سیاست میں حالیہ تبدیلیاں ایک نیا سوال پیدا کر رہی ہیں کہ کیا ریاست کی سیاست اب مذہب اور فرقے کے درمیان تقسیم ہو چکی ہے؟ کیا اس ریاست نے اپنی تاریخی ہم آہنگی کو کھو دیا ہے؟ مذہبی رہنماؤں کے حالیہ متنازعہ بیانات، وقف املاک کے تنازعات، اور سیاسی جماعتوں کی چالاکیاں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ ریاست میں فرقہ وارانہ سیاست ایک منظم حکمت عملی کا حصہ بن چکی ہے، جو نہ صرف سیاسی فائدے کے لیے استعمال ہو رہی ہے بلکہ اس کے ذریعے سماجی تانے بانے کو بھی چھنا جا رہا ہے۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا یہ سیاسی کھیل ریاست کے امن و سکون کے لیے خطرہ بن چکا ہے۔

وقف املاک کا تنازعہ: ایک سیاسی ہتھیار

کرناٹک وقف بورڈ، جو مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی اور سماجی ضروریات کو پورا کرنے اور فلاحی مقاصد کے لیے قائم کیا گیا تھا، آج سیاسی جماعتوں کے درمیان تنازعات اور الزامات کا مرکز بن چکا ہے۔ وقف املاک، جو مسلمانوں کے لیے ایک امانت سمجھی جاتی ہیں، اب سیاسی فائدے کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔ ایک طرف بی جے پی ہے، جو وقف کے معاملات کو اپنے سیاسی ایجنڈے میں شامل کر کے اکثریتی فرقے کے ووٹوں کو اپنے حق میں کرنا چاہتی ہے، تو دوسری طرف کانگریس ہے جو مسلم کمیونٹی کے ووٹوں کا حصول تو چاہتی ہے لیکن عملی طور پر مسلمانوں کے مسائل کو اہمیت دینے میں ناکام نظر آتی ہے۔ حالیہ واقعات، اس بات کا غماز ہیں کہ وقف املاک کے تنازعات کا براہ راست اثر مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی پر پڑ رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقف بورڈ کے معاملات اب صرف انتظامی نہیں، بلکہ سیاسی نوعیت اختیار کر چکے ہیں۔

عبدالحلیم منصور

مذہبی بیانات: خطرناک رجحان

کرناٹک کی سیاست میں حالیہ دنوں میں مذہبی رہنماؤں کے متنازعہ بیانات نے نئی سطح پر فرقہ وارانہ سیاست کو ہوا دی ہے۔ پیجاور مٹھ کے سوامی وشوا پرسنا کا یہ بیان کہ "ہندو راشٹر" کا قیام ضروری ہے، نہ صرف آئینی اصولوں کے خلاف تھا بلکہ ریاستی سیاست میں ایک نئی بحث کا آغاز بھی تھا۔ ان کے اس بیان کو بی جے پی نے سیاسی فائدہ کے لیے استعمال کیا، جس پر سیاسی جماعتوں نے شدید اعتراض کیا۔ اسی طرح، وشوا وکلیگا مٹھ کے سوامی کمارا چندر شیکھر ناتھ کا یہ بیان کہ "مسلمانوں کے ووٹ ہندوؤں کے مسائل کو نظر انداز کرتے ہیں"، ایک اور متنازعہ نقطہ بن چکا ہے۔ ان پر درج ایف آئی آر نے بھی ریاست میں ایک نیا تنازعہ کھڑا کر دیا، اور بی جے پی کے ساتھ ساتھ کانگریس کے رہنماؤں تک نے بھی اس مقدمے کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ یہ بیانات فرقہ وارانہ سیاست کو ہوا دینے کا باعث بن رہے ہیں، اور ریاست میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے ایک سنگین خطرہ بن چکے ہیں۔

مسلم قیادت کی ناکامی: ایک سنگین مسئلہ

کرناٹک میں مسلمانوں کو درپیش مسائل کی سب سے بڑی وجہ ایک مضبوط اور متحد قیادت کا فقدان ہے۔ وقف بورڈ کے تنازعات ہوں یا مذہبی بیانات کے ذریعے پیدا ہونے والی کشیدگی، مسلمانوں کے پاس اپنی آواز بلند کرنے کے لیے کوئی موثر پلیٹ فارم موجود نہیں۔ سیاسی جماعتوں کی جانب سے مسلمانوں کے مسائل کو محض انتخابی حربے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، لیکن مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرنے میں کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی جا رہی۔ یہ صورت حال نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ ریاست کی سیاسی اور سماجی فضا کے لیے بھی خطرہ بن چکی ہے۔ مسلمانوں کی قیادت میں مضبوطی اور اتحاد کی کمی کا فائدہ سیاسی جماعتیں اٹھا رہی ہیں جو ان کے مسائل کو صرف اپنے سیاسی مفادات کے لیے استعمال کر رہی ہیں۔ سیاسی جماعتیں مسلمانوں کے مسائل کو انتخابی حربے کے طور پر استعمال کرتی ہیں، لیکن ان کے حل کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کرتیں۔ یہ صورت حال مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک ہے، کیونکہ ان کے حقوق اور مسائل سیاست کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔

کرناٹک کا بدلتا ہوا چہرہ

کرناٹک میں حالیہ واقعات، وقف بورڈ کے تنازعات، اور مذہبی بیانات نے ریاست کی سیاست میں ایک نیا رخ متعین کیا ہے۔ فرقہ وارانہ سیاست، جو کبھی پس منظر میں چھپی رہتی تھی، اب کھل کر سامنے آ رہی ہے۔ بی جے پی، کانگریس اور جے ڈی ایس جیسی سیاسی جماعتیں مسلمانوں کے ووٹوں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں، لیکن ان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی جا رہی۔ یہ صورت حال نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ ریاست کے امن اور بھائی چارے کو خطرے میں ڈال رہی ہے۔

مسلمانوں کے لیے مستقبل کا لائحہ عمل

کرناٹک کے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی سیاسی طاقت کو منظم کریں اور اپنی قیادت کو مضبوط کریں۔ وقف بورڈ کے تحفظ کے لیے قانونی جنگ لڑنا ہو یا فرقہ وارانہ بیانات کے خلاف آواز بلند کرنا ہو، مسلمانوں کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے خود آگے آنا ہوگا۔ مسلمانوں کو اپنی اجتماعی طاقت کو بروئے کار لانا ہوگا اور اپنے مسائل کے حل کے لیے ایک متحد حکمت عملی اپنانی ہوگی۔ سیاسی جماعتوں کی چالبازیوں سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے پاس ایک مضبوط اور باصلاحیت قیادت ہو جو ریاستی سطح پر ان کے مسائل کا حل تلاش کرے۔ ایک متحد حکمت عملی ہی مسلمانوں کے مسائل کا حل پیش کر سکتی ہے، اور یہی ان کی سیاسی طاقت کا مظہر بن سکتی ہے۔ کرناٹک میں فرقہ وارانہ سیاست کا فروغ ریاست کے روشن مستقبل کے لیے خطرہ بن چکا ہے۔ یہ وقت ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک مضبوط اور متحد حکمت عملی اپنائیں۔ سیاسی جماعتوں کی حکمت عملیوں سے متاثر ہونے کے بجائے اپنی آواز کو مضبوط کریں اور اپنے مسائل کا حل خود تلاش کریں۔ مسلمانوں کی قیادت میں اتحاد اور وقت کی ضرورت ہے تاکہ وہ نہ صرف اقلیتوں کے حقوق کا دفاع کر سکیں بلکہ ریاست کی سیاست میں اپنا مؤثر کردار ادا کر سکیں۔ کرناٹک کو فرقہ وارانہ سیاست کے اکھاڑے میں تبدیل ہونے سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ تمام کمیونٹیز مل کر کام کریں۔ ایک ایسا سیاسی اور سماجی نظام ترتیب دیا جائے جو تمام طبقات کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کرے۔ کرناٹک میں فرقہ وارانہ سیاست کا فروغ نہ صرف مسلمانوں بلکہ ریاست کی سماجی ہم آہنگی کے لیے بھی خطرہ ہے۔ یہ وقت ہے کہ مسلمان اپنی آواز کو مضبوط کریں اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے متحد ہو کر جدوجہد کریں۔

"چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر،
کہ زخم کھلتا ہوں میں، پھولوں کے بیوپاری"

9448381282

شہدائے سنبھل! لہو تیرا رائیگاں نہ جائیگا

سنبھل کا دردناک، وحشیانہ اور انسانیت کو شرمسار کرنے والا سانحہ دراصل بی جے پی حکومت کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے، کیوں کہ حال ہی میں کئی ریاستوں کے اسمبلی انتخابات ہو چکے ہیں جن میں خاص طور پر اتر پردیش کے ضمنی انتخابات قابل ذکر ہیں اور اس مشکل گھڑی میں بھی یک طرفہ بی جے پی کو اکثریت حاصل ہوئی، یہ اکثریت کیسے ملی؟ اس میں کتنی ایمانداری سے الیکشن کمشنر اور دیگر عہدیداران نے اپنے فرائض کو انجام دیا؟ ان سوالات کو لیکر حزب مخالف جماعت، ان کے لیڈران اور کارکنان میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئی تھی، جس کے نتیجے میں بالعموم حکومت ہند اور بالخصوص حکومت اتر پردیش شدید ترین مشکلات میں پڑ سکتی تھی، کیوں کہ انہیں ماضی کے انتخابات، ووٹ شماری اور ای وی ایم کے ذریعہ کی گئی اپنی بدعنوانیوں کا خوف ستا رہا تھا اور چور کے داڑھی میں تنکا کے تئیں انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ کیوں کہ ماضی کے حالات اور فی الوقت کے حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ماضی میں اپوزیشن کمزور تھی اور اس وقت اپوزیشن کافی مضبوط ہے۔ اور ان کے نشیب و فراز کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور یہ یقین ہو گیا تھا کہ اپوزیشن جماعت برسوں سے جس زخم کو اپنے اندر لئے پھر رہی ہے اب وہ اس کے مرہم پٹی کیلئے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے، اس لئے ایک سوچی سمجھی اور منظم سازش کے تحت سنبھل کی پر امن فضاؤں کو تشدد کی آگ میں جھونک دیا تاکہ بی جے پی کی چوری اور ووٹوں کی لوٹ ماری اور ای وی ایم کی چیر خوانی کو آسانی کے ساتھ دبا دیا جائے جس سے یہ بھی ثابت نہ ہو کہ انتظامیہ الیکشن کمیشن مکمل طور پر بی جے پی کی حمایتی ہیں۔ اب سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ آخر ہر موڑ پر مسلمانوں کو ہی کیوں بلی کا بکرا بنایا جاتا ہے جبکہ بی جے پی کے پاس اور بھی بہت سارے ہتھکنڈے ہیں جن کو وہ اختیار کر کے اپنا مقصد پورا کر سکتا ہے۔ انہیں سوالات پر اختصاراً کچھ تبصرہ کرنے سے قبل ایک سرسری اور طائرانہ نظر سنبھل فسادات کے بنیادی وجوہات پر ڈالتے چلیں!

منصور احمد حقانی

فسادات کی اصل وجہ اور جڑ جامع مسجد سنبھل کی غیر قانونی اور من مانی طریقے کی تحقیقات ہیں، جو بظاہر ایک مسجد ہے مگر حقیقتاً یہ مسلمانوں کی ایمان کا حصہ ہے اس لئے اس کو کوئی بھی غیرت مند اہل ایمان ہرگز برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ واضح رہے کہ ہندو شر پسند کیلا دیوی مندر کے مہنت رشی راج گری اور دیگر مدعین کے ذریعہ سنبھل کی جامع مسجد کو ہر ہر مندر بتائے جانے کا دعوی چندوسی میں واقع سول جج سینئر ڈویژن سنبھل کی عدالت میں پیش کیا جس میں الزام لگایا کہ مغلوں نے مندر گرا کر جامع مسجد کی تعمیر کی تھی، عدالت نے جامع مسجد کا سروے کر کے رپورٹ عدالت میں داخل کرنے کا حکم صادر کر دیا تھا اور اگلی سماعت کیلئے 29/نومبر کی تاریخ طے کی گئی تھی۔ عدالت کے حکم پر کورٹ کمشنر رمیش راگھوی کی ٹیم کے ذریعہ 19/نومبر کو جامع مسجد کا معائنہ اور جائزہ بھی مکمل ہو چکا تھا۔ جس میں مسجد کے ذمہ داران مقامی لوگوں نے تحقیقاتی ٹیم کا نا صرف ساتھ دیا بلکہ ہر ممکن ان کا بھر پور تعاون بھی کیا، تحقیقاتی ٹیم عدالت کو اپنی رپورٹ بھی سونپ چکی تھی۔ اب لوگوں کو 29/نومبر کی سماعت کا انتظار تھا، مگر اس سے قبل 24/نومبر بروز اتوار کی صبح تقریباً ساڑھے 6/بجے اچانک دوسری تحقیقاتی ٹیم دوبارہ جامع مسجد آ دھمکی جس میں ضلع انتظامیہ کی جانب سے سنبھل ضلع کے ضلع مجسٹریٹ راجندر پینسیا اور پولس انتظامیہ کی طرف سے پولس سپرنٹنڈنٹ کرشن کمار سنگھ سمیت دیگر افسران بھی موجود تھے، ان کی موجودگی میں بڑی تعداد میں پولس فورسز جامع مسجد کے چاروں اور تعینات کر دی گئیں، مگر ان سب کے باوجود بھی تحقیقاتی ٹیم نہ جانے کیا محسوس کر رہی تھی جو اپنے پیچھے پیچھے ایک بھیڑ کو نعرے لگواتے لا رہی تھی اور یہ نظارے دیکھ کر مقامی لوگوں کی بھی بھیڑ اکٹھا ہونے لگی پھر بھیڑ کی طرف سے صبح ہی صبح بغیر اطلاع کے تحقیقات کرنے پر اعتراض کرتے ہوئے شور شرابہ ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے تحقیقاتی ٹیم کے ساتھ آئی بھیڑ کی طرف سے پتھر بازی شروع ہو گئی اور افراتفری کا ماحول ہو گیا پولس فورسز نے بھی اپنی طاقت کا ناجائز طریقے سے بھر پور استعمال کیا اور آنسو گیس کے گولے کے ساتھ ساتھ فائرنگ شروع کر دی۔ اور اس فائرنگ میں میں پانچ مسلم نوجوانوں کی جانیں تلف ہو گئیں اور جام شہادت نوش فرما گئے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" اس دوران پولس نے کچھ افراد کو موقعے پر سے گرفتار بھی کیا اور معتبر ذرائع کے مطابق 2750/افراد پر ایف آئی آر درج کی گئی۔ جامع مسجد کی سیکیورٹی مزید بڑھا دی گئی اور سی سی ٹی وی کیمرے بھی نصب کر دیئے گئے۔

معلومات کے مطابق سنبھل فسادات کی اصل تصویر یہی ہے باقی مختلف لوگوں کی مختلف باتیں اور روداد سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، ویسے مقامی افراد کا کہنا ہے کہ وہاں تحقیقات کے خلاف پُر امن احتجاج جاری تھا، جس پر پولس نے لاٹھی چارج کر دیا اور آنسو گیس بھی چھوڑے گئے، جس کے نتیجے میں پتھر بازی شروع ہو گئی، اور پولس کا دعویٰ ہے کہ یہ پرائیویٹ فائرنگ تھی جبکہ متاثرین کے اہل خانہ اور دیگر لوگوں کا جو موقع پر موجود تھے اُن کا دعویٰ ہے کہ فائرنگ پولس نے کی جس کے نتیجہ میں تین افراد موقع پر ہی جاں بحق ہو کر جام شہادت پی لی جبکہ دو نے اسپتال میں دوران علاج دم توڑ دیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ہندی اخبار "جن ستا" کی ویب سائٹ پر جاری ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق پولیس افسر کا باقاعدہ نام لے کر اُس کے الفاظ کو من وعن نقل کیا گیا ہے کہ "چلاؤ بے گولی! سب گولی چلاؤ"! میں اس بیان کی تصدیق نہیں کر سکتا مگر یہ ویب سائٹ پر موجود ہے۔ اخبار نے یہ بھی لکھا ہے کہ اتوار کے تشدد کی کئی ویڈیوز سوشل میڈیا پر وائرل ہو رہی ہیں۔ اسی سلسلے کا ایک ویڈیو میں پتھراؤ کے دوران پولس کھلے عام فائرنگ کرتی صاف طور پر نظر آ رہی ہے یہ الگ بات ہے کہ پولس کی وردی میں کوئی عام آدمی تھے یا کوئی اور۔ پولس کو بھیڑ سے نمٹنے کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے، مگر افسوس کہ سنبھل پولس فائرنگ کو ہی بھیڑ سے نمٹنے کی واحد حل کیسے سمجھ بیٹھی؟ کیا ریاستی سرکار اس کی جانچ کرائے گی اور خاطی افسروں، اہلکاروں کو سزا دے گی؟ شاید یہ ناممکن ہے اس لئے عدالت عظمیٰ سے گزارش ہے کہ اس پورے معاملات کو ایمانداری کے ساتھ جانچ کروا کر مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچا کر سخت سے سخت سزا دے تاکہ آئندہ پھر کسی شہر میں ایسے حادثات رونما نہ ہوں اور دنیا کے سامنے وطن عزیز کی مثبت تصویر جائے۔ مسلم نوجوانوں سے بھی گزارش ہے کہ وہ کسی بھی قسم کے جذبات سے کام نہ لیں بلکہ قانونی اور آئینی دائرے میں رہ کر اپنے مسائل کا حل تلاش کریں، یقیناً گزشتہ چند سالوں سے مسلم طبقہ عدالت کے کچھ یک طرفہ فیصلوں سے مایوس ضرور ہوا ہے، مگر ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ ہمیں آج بھی اگر کہیں سے عدل و انصاف مل سکتا ہے تو وہ واحد جگہ عدالت ہی ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا حال ہی میں آسامی مسلمانوں کی شہریت کا مسئلہ ہو یا پھر یوپی میں حکومت کے بے لگام بلڈوزر سے غریب مسلمانوں کے آشیانے اجاڑنے کا قضیہ، قانونی راستوں سے ہی متاثرہ لوگوں کو راحت نصیب ہوئی ہے۔ لہٰذا قانون کے راستے انصاف ملنے کی امید کو چھوڑ کر اور پولس کے خلاف طاقت استعمال کر کے اپنا آئینی حق وصول کرنے کی سوچ نا صرف انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے بلکہ مزید مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، کیونکہ ایسے موقعوں پر اکثر ان کے پاس کوئی لیڈر نہیں ہوتا اور ہر شخص اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے، جس کا فائدہ اٹھانے کیلئے سماج مخالف عناصر گھس آتے ہیں جو بھیڑ کو مشتعل کر کے اور پتھر بازی کی شروعات کر کے خود بچ نکل لیتے ہیں اور پھر بھیڑ پر قیامت برپا کر دی جاتی ہے پھر یہیں سے ظلم وستم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، گرفتاریاں ہوتی ہیں، مقدمات درج کئے جاتے ہیں، گھروں کو اجاڑا جاتا ہے، کاروبار ٹھپ کر دیئے جاتے ہیں اور لوگ خوف و ہراس کے سائے میں مہینوں زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں نوجوانوں کی زندگیاں سالہا سال جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزر جاتی ہیں۔ سماجی معاشی اور تعلیمی اعتبار سے اسے جاں برہونے میں دہائیاں گزر جاتی ہیں۔ اور ان ساری پریشانیوں کی واحد وجہ مسلمانوں میں اشتعال انگیزی ہے، ذرا سی کسی نے اشتعال انگیز گفتگو کی تو سب کے سب اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ اشتعال ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ سالہا سال سے ان پر ہو رہے ظلم وستم اور ناانصافیوں کا فطری ردعمل ہے۔ مسلمان اس خیال میں ہرگز نہ رہیں کہ وہ کسی بھی مسئلے کو لے کر روڈ پر آجائیں اور اپنے مطالبات پورے کروالیں، کیونکہ مسلمان کسانوں کی تحریک یا دوسری کسی قوم کے احتجاجی مظاہرہ کو کاپی کرنے کے پوزیشن میں نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی صورت حال ان سے بالکل مختلف ہے، تحریک شاہین باغ اس کی جیتی جاگتی مثال ہے، آخر شاہین باغ احتجاج کا نتیجہ کیا نکلا؟ دہلی میں اندوہناک فساد، جس میں مسلمانوں کو شدید جانی مالی نقصان کے علاوہ تعلیم یافتہ سر برآوردہ مسلم نوجوان جو شاہین باغ کی قیادت کر رہے تھے، وہ سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ چار سال سے زائد کا عرصہ ہونے کے باوجود اب تک کچھ افراد کے خلاف پولس نے چارج شیٹ تک داخل نہیں کیا۔ وہ بغیر چارج شیٹ کے جیل میں سڑ رہے ہیں، کئی لوگ کہہ سکتے ہیں کہ قانون کے راستے سے بھی ہمیں انصاف نہیں ملا ہے، یقیناً کئی مرتبہ ہمارے حق میں انصاف کا خون ہوا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمیں جو کچھ بھی راحت ملی ہے وہ قانونی راستوں سے ہی آئی ہے، ورنہ تو یہ حکومتیں ہمیں نگل جانے کی دور میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششیں کر رہی ہیں۔ اس وقت ملک کے حالات ایسے ہیں جہاں کہیں بھی کسی کی سیاسی کشتی ڈگمگانے لگتی ہیں تو فوراً اپنے پاپوں کا گھڑا مسلمانوں پر پھوڑ دیتا ہے اسی کا نتیجہ ہے جو سنبھل میں پانچ نوجوان شہید ہو گئے اور جام شہادت پیتے پیتے اپنی قوم کو بیدار کرتے ہوئے یہ کہہ گیا۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

بلاشبہ شہدائے سنبھل کی شہادت کا زخم اس وقت تک تازہ رہے گا جب تک مظلوموں کو انصاف نہ مل جائے، باری تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ان شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، شہدائے پنج اور سانحہ سنبھل کو کبھی بھلایا نہیں جا سکتا، اس موقع پر میں سانحہ سنبھل کے متاثرہ خاندانوں کے ساتھ اظہار ہمدردی اور رب العلمین سے دعا گو ہوں کہ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور شہداء کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔